مجرم سے ہمدردی کرنے سے اخلاقی بدیاں پھیلتی ہیں

(فرمودہ ۲۱/ جنوری ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج میں ایک ایسے امر کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس بات کا مقتضی تھا کہ بجائے اس کے زبانی بیان کرنے کے اسے تحریر میں لاتا۔ لیکن دس بارہ دن سے مجھے روزانہ حرارت ہوتی ہے۔ اور سینہ میں بھی درد رہتا ہے۔ اس لئے لکھنے کا کام حتی الوسع کم کرتا ہوں۔ آج مناسب سمجھتا ہوں کہ خطبہ جمعہ جو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق بہرحال مجھے کرنا پڑتا ہے۔ بجائے اس مضمون کو پیچھے ڈالنے کے آج کے خطبہ میں ہی اسے بیان کردوں تاکہ وقت پر وہ لوگوں تک پہنچ جائے۔

وہ مضمون ان امور کے متعلق ہے۔ جو شردھانند صاحب کے قتل کے متعلق پیدا ہوئے ہیں۔ جلسہ کے موقع پر میں نے بیان کیا تھا کہ ان کا قتل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔[1] اور اب تک میری طبیعت کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ قتل پیشگوئی کے مطابق ہوا ہے۔ پیشگوئی کے الفاظ اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ پیشگوئی آریوں میں سے ہی اس شخص کے متعلق ہے جو مسلمانوں اور آریوں کے باہمی تعلقات کو کشیدہ کرنے میں لیکھرام صاحب کی طرح ہی ثابت ہوگا۔ اور شردھانند صاحب کا قتل بہت سی باتوں میں لیکھرام صاحب کے قتل سے مشابہ ہے۔ اور نتائج کے لحاظ سے بھی شردھانند صاحب کی زندگی لیکھرام صاحب کی زندگی سے ملتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ لیکھرام صاحب کے متعلق پیشگوئی کے جو دو حصے تھے وہ دوسرا حصہ بھی اس واقعہ سے پورا ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس اعتقاد پر کچھ اعتراضات

بعض اپنوں کی طرف سے اور بعض غیروں کی طرف سے ہیں۔ اور بعض ایسے امور پیش آرہے ہیں کہ جو ہندوستان کی سیاست اور تمدن پر اثر ڈال رہے ہیں۔ اس لئے میں ان امور کے متعلق وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنوں کے لئے ہدایت اور دوسروں کے لئے علم کا موجب ہو۔

کہا جاتا ہے کہ ایک ہی پیشگوئی جس میں دو شخصوں کے قتل کی خبر دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک کے قاتل کو برا نہیں کہا جاتا اور دوسرے کے قاتل کو برا کہا جاتا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ اگر ایک کا قتل جائز اور درست تھا تو دوسرے کا بھی جائز اور درست ماننا چاہئے۔ اگر ایک کا قاتل قابل ملامت نہیں تو دوسرے کا بھی قابل ملامت نہیں۔ اگر یہ فعل جائز ہے تو دونوں کے لئے جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو دونوں کے لئے ناجائز ہے۔ اور اگر قاتل قابل ملامت ہو سکتے ہیں تو دونوں ہی قابل ملامت ہوں گے۔ اگر نہیں تو دونوں ہی ملامت کے قابل نہیں۔

یہ شبہ درحقیقت ناواقفیت سے پیدا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لیکھرام صاحب کا قاتل پکڑا نہیں گیا۔ اور شردھانند صاحب کے قتل کا ملزم پکڑا گیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ہمارا فیصلہ بھی مختلف ہو جائے گا۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جب تک کسی پر الزام ثابت نہ ہو تب تک وہ مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا اور بغیر حالات دیکھے ہم یونہی کسی کو مجرم نہیں کہہ سکتے اور نہ اسے قابل مواخذہ ٹھہرا سکتے ہیں۔ ایک ہی شخص ایک فعل کے کرنے پر قابل مواخذہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس فعل کے کرنے پر مجرم نہیں ہوتا۔ یہی قتل کا فعل ہے بعض دفعہ یہ فعل بجائے ملامت اور سزا کے تعریف اور انعام کا مستحق بنا دیتا ہے۔ مثلاً ایک سپاہی میدان میں دشمن کا جتنا زیادہ نقصان کرے گا اور جتنی زیادہ خونریزی کرے گا۔ اتنا ہی زیادہ اس کو انعام ملے گا۔ اور اس کی تعریف کی جائے گی۔ لیکن اسی فعل پر دوسرا شخص مجرم ٹھہرایا جاکر سزا کے نیچے آئے گا۔ جس نے بغیر استحقاق کے عمداً وہ فعل کیا۔

دنیا میں کوئی فعل اپنی ذات میں معیوب نہیں ہوتا بلکہ حالات کے ماتحت برا ہوتا ہے۔ اگر وہ فعل ایسے حالات میں کیا جائے کہ جس میں وہ فعل جائز اور پسندیدہ ہو تو اس فعل کا کرنے والا قابل تعریف ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے حالات میں وہ فعل کرے کہ وہ اس فعل کے کرنے میں اخلاقاً یا قانوناً مجبور ہے۔ تب بھی وہ قابل ملامت نہیں ہوگا۔ اگر ان میں کوئی بات نہ ہو تو وہ مجرم ہوگا۔ مثلاً قاتل نے شریعت کے ماتحت اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کے لئے میدان جنگ میں دشمن کے بہت

سے آدمی قتل کئے ہیں تو اس کا فعل نہ صرف جائز بلکہ قابل تعریف ہو گا۔ اور وہ قاتل تعریف کا مستحق ہو گا۔ یا ایسی طرز پر کسی کو قتل کیا ہے کہ وہ اس قتل پر مجبور ہے۔ مثلاً جلاد ہے وہ حکومت کی طرف سے اس شخص کے قتل پر مجبور ہے جس کے قتل کا حکم حکومت کی طرف سے جاری ہو چکا ہے۔ اور یہ شخص اس کے قتل پر مقرر ہے تو اس کا فعل بھی جائز سمجھا جائے گا۔ یا اگر پاگل جنون کی حالت میں کسی کو مار دے۔ تو وہ بھی قابل الزام نہیں ہو گا۔ یا کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز کسی پر اتفاقی طور پر گر پڑے جس سے دوسرا شخص مرجائے۔ تو وہ بھی زیر الزام نہیں آئے گا۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ وہ شخص ہوش و حواس میں تھا۔ اتفاقی طور پر وہ فعل اس سے سرزد نہیں ہوا اور اس نے عمداً یہ فعل کیا ہے۔ تو وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔ لیکن ان تمام باتوں کا یقینی فیصلہ تبھی ہو سکتا ہے۔ جب ملزم پکڑا جائے اور اس کے تمام حالات معلوم ہوں۔ پھر ہمیں معلوم ہو کہ کن حالات کے ماتحت وہ اس فعل کا مرتکب ہوا۔

اب لیکھرام صاحب کا قاتل تو پکڑا نہیں گیا تھا۔ اور وہ ہمارے سامنے نہیں آیا اور اس کے حالات ہمارے سامنے نہیں آئے۔ اس لئے ہم اسے کیسے قابل ملامت کہہ سکتے ہیں اور مجرم قرار دے سکتے ہیں۔ گو مذہبی طور پر تو ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ لیکھرام صاحب کے قتل میں انسان کا دخل ہی نہیں۔ اس قتل میں ملائکہ کا دخل تھا۔ اس صورت میں وہ اعلیٰ درجہ کا فعل تھا کیونکہ فرشتہ نے خدا کے حکم کے مطابق وہ کام کیا اور قدرتی فعل تھا۔ قدرتی فعل کو ہم برا نہیں کہہ سکتے مثلاً سنکھیا زہر قاتل ہے اس کا ہلاک کرنا قدرتی امر ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ آیا لیکھرام صاحب کو فرشتہ نے قتل کیا یا ایسے شخص نے جو ہمارے علم و عقل سے بالا ہے۔ کیونکہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس لئے ہم اس کے متعلق کوئی رائے نہیں قائم کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ لیکھرام صاحب کا قاتل ان کی قوم کا ہی کوئی شخص ہو۔ کیونکہ واقعہ لیکھرام صاحب کے بعد خود آریہ قوم کے ایسے بیانات شائع ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہمی جھگڑوں کے سبب مارے گئے۔ حتیٰ کہ بعض نے لکھا کہ وہ اپنے ہمسایوں کے کسی جھگڑے میں قتل ہوئے اب جب ہمیں نہ یہ معلوم ہے کہ وہ فرشتہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کسی معذور کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو ہم کیسے ان کے قاتل کے متعلق فیصلہ کریں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہنے کو تیار ہیں کہ اگر انسانوں میں سے کسی شخص نے انہیں عمداً قتل کیا اس کے ہوش و حواس درست تھے۔ اس کی عقل ٹھکانے تھی اور نہ اتفاقی طور پر اس سے وہ فعل ہوا نہ کسی فوری جوش کی حالت میں اس

نے یہ فعل کیا تو وہ مجرم تھا۔ لیکن چونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ قاتل کون تھا اور اس کے کیا حالات تھے کن حالات میں اس نے اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اس لئے ہم اس قتل کے متعلق اور قاتل کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خصوصاً جب کہ ہمیں آریہ قوم کے بیانات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قتل کے اسباب میں سے بعض اندرونی تنازعات بھی تھے تو پھر ہم غیر جانبدار ہونے کی صورت میں قاتل کو مجرم کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

باقی چونکہ شردھانند صاحب کے قاتل کے حالات ایک حد تک ہمارے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے ان خیالات و حالات کے متعلق کہا ہے کہ ان معتقدات و حالات کا رکھنے والا جو کوئی بھی ہو اس نے نہایت بھیانک فعل کا ارتکاب کیا اور دو قوموں کے امن کو برباد کرنا چاہا ہے۔ لیکن پنڈت لیکھرام صاحب کے قاتل کے متعلق ہم کوئی رائے نہیں قائم کر سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس قاتل نے ایسے حالات میں قتل کیا ہو کہ جن کے ماتحت وہ اس فعل پر قابل تعریف ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ فعل جائز ہو ایسے حالات میں اس نے یہ فعل کیا جن کے ماتحت یہ فعل قانوناً اور عقلاً جائز ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ قاتل معذور ہو۔ مثلاً وہ دیوانہ ہو یا اتفاقی طور پر اس کے ہاتھ سے کوئی چیز ایسے طور سے گری ہو جس سے وہ قتل ہو گئے ہوں۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ہی کسی آدمی کے ہاتھ سے باہمی تنازعات کی بناء پر مارے گئے ہوں جیسا کہ ہندو قوم کے اپنے بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ اگر قاتل نے یہ فعل خدا تعالیٰ کے تصرف کے ماتحت کیا ہے۔ کیونکہ درحقیقت یہ فعل فرشتہ کا فعل تھا جو انسانی ہاتھوں سے خدا تعالیٰ کے تصرف نے کرایا۔ تو پھر قاتل کو قابل ملامت کیوں سمجھا جاتا ہے اور کیوں اس پر الزام آتا ہے۔ اس کا ایک ضمنی جواب تو پہلی بات میں ہی آگیا ہے جو یہ ہے کہ فرشتہ کے فعل کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اس فعل کے ماتحت ہر انسان کا فعل ضرور قابل تعریف ہوتا ہے۔ مثلاً ہر ایک کی جو جان نکالی جاتی ہے وہ فرشتہ کے ذریعہ ہی نکالی جاتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہر قاتل معذور نہیں سمجھا جائے گا یا قابل تعریف نہیں ہو گا اگر یہ بات ہو کہ فرشتہ کا جو فعل انسان کے ذریعہ ہو اس میں انسان معذور سمجھا جائے تو دنیا میں ہر قاتل معذور سمجھا جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِرَجُلٍ فَاجِرٍ ؂ اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر آدمی سے بھی دین کی تائید کا کام لے لیتا ہے۔ ایک شخص دین کی

خدمت کر رہا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ فعل خود اس کے لئے فسق کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہمیں اس کی ایک مثال نظر آتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص میدان جنگ میں کفار سے بڑی عمدگی سے لڑ رہا تھا جہاں مسلمانوں پر حملہ ہوتا تھا وہاں وہ پہنچتا۔ یہاں تک کہ اکثر مسلمان کہنے لگے کہ یہ کیسا ہی اچھا شخص ہے کس جوش اور عمدگی کے ساتھ دین کی خدمت کر رہا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر دنیا کے تختہ پر کوئی جہنمی دیکھنا ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔ اب یہ مسلمانوں کے لئے ابتلا کا موقع تھا کہ ادھر یہ شخص بڑھ بڑھ کر قربانیاں کر رہا تھا ادھر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ اس پر ایک شخص اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تا اس کا انجام دیکھے۔ اس نے کہا کہ رسول کریم ﷺ تو ضرور سچے ہیں۔ مگر چونکہ بعض کمزور مسلمانوں کے شبہ میں پڑنے کا خطرہ ہے۔ اس لئے میں اس کا ضرور انجام دیکھوں گا۔ چنانچہ اس خیال سے اس کے پیچھے لگ گیا۔ لڑنے کے بعد اسے دیکھا کہ وہ زخموں کی وجہ سے کراہ رہا تھا۔ صحابی نے کہا۔ تم نے آج بڑا کام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسلام کی خاطر جنگ نہیں کی۔ بلکہ مجھے ان قبائل سے دشمنی تھی اور آخر اس نے زخموں سے تنگ آکر ایک بھالے پر اپنے آپ کو ڈال کر خودکشی کر لی۔ جو یقیناً اسلام کے نزدیک جہنم میں لے جانے والا فعل ہے۔ تب وہ صحابی فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ جبکہ آپ صحابہؓ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس شخص کا انجام بتایا۔ جس کے متعلق نبی کریمؐ نے خبر دی تھی۔ [3]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ایک شخص ایسا کام بھی کرتا ہے جو ہوتا تو دین کا ہے۔ لیکن اس کے لئے وہ فعل موجب فسق ہوتا ہے۔ جس طرح یہ شخص کام تو دین کا کرتا تھا لیکن چونکہ وہ دین کی خاطر نہیں لڑ رہا تھا۔ بلکہ وہ اپنے غصہ کے لئے لڑ رہا تھا۔ اور محض اپنے غصہ اور کینہ کی بناء پر لڑنا اسلام میں حرام ہے۔ اس لئے یہی فعل اس کے فسق کا موجب ہو گیا تو بسا اوقات انسان ایسا کام کرتا ہے جو دین کے لئے مفید ہوتا ہے اور اس شخص کے لئے جہنم کا موجب ہوتا ہے۔

پھر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر فرشتوں نے تصرف کر کے یہ کام کرایا تو بھی قاتل مجرم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تصرف دو قسم کے ہیں۔ ایک تصرف اعمال کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اور ایک تصرف براہ راست ہوتا ہے۔ براہ راست تصرف کے ماتحت کام کرنے والا مجرم نہیں ہوتا لیکن وہ کام جو اس تصرف کے ماتحت ہو۔ جو پہلے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کا کرنے والا مجرم ہو گا۔ یہ

تصرف گناہوں کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ انسان بہت سے گناہ کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اور گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ مثلاً شرابی کو پہلی بار شراب کے نتیجہ میں اور بھی شراب پینی پڑے گی۔ اسی طرح چور کو چوری کی عادت بار بار مجبور کرے گی۔ جھوٹ بولنے والے کو جھوٹ بولنا پڑے گا۔ آج جس سے شراب خوری کا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ اگر پہلی بار شراب نہ پیتا تو آج بھی وہ شراب پینے پر مجبور نہ ہوتا۔ چور اگر پہلی دفعہ ہی چوری سے بچ جاتا تو آج اسے چوری کا خیال نہ آتا۔ تو کئی گناہ ہیں جو پہلے گناہ کے نتیجہ میں ہوتے ہیں۔ ہاں یہ عادتیں فرشتوں کے تصرف کے ماتحت ہوتی ہیں۔ پس شردھانند صاحب کے قاتل سے جو قتل کا فعل ہوا ہے وہ ان معتقدات و حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بیان کئے گئے ہیں اس کے پہلے گناہوں اور اندرونی کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اور وہ ویسا ہی زیر الزام ہے جیسے دنیا میں اور مجرم ہیں جن سے پہلے گناہوں کے نتیجہ میں بعض گناہ سرزد ہوتے ہیں۔

پھر پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ پیش گوئی ہوتی ہے جس میں خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ میں یہ کروں گا۔ میں حکم دیکر یوں کرواؤں گا۔ اور ایک وہ پیشگوئی ہوتی ہے جس میں یہ خبر دیتا ہے کہ تم یوں کرو گے یعنی جو کام ہم نے آئندہ زمانہ میں کرنا تھا اس کے متعلق ہمیں پہلے سے خبر دے دیتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ اپنے اختیار سے ایسا کریں گے۔ اب شردھانند صاحب کے قتل کے متعلق جو پیشگوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں خدا نے اس لئے خبر دی ہو کہ وہ شخص اپنے اس فعل سے دو قوموں کے اندر دشمنی ڈلوادیگا۔ اور ان کو آپس میں لڑادیگا اس لئے اس خصوصیت کی وجہ سے اس کے بارے میں خبر دیدی اخلاقی طور پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی خدا جبراً کوئی ایسا فعل نہیں کراتا جو اس کی شریعت کے خلاف ہو۔ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے تو دنیا سے امن اٹھ جائے گا اب تو انگریزی گورنمنٹ ہے۔ اگر اسلامی گورنمنٹ ہو اور ہمارا یہ عقیدہ ہو کہ جو جرائم دنیا میں ہوتے ہیں وہ جبراً اللہ تعالیٰ کراتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم کسی مجرم کو سزا نہ دیں۔ اور اگر ہم سزا دیں تو پھر ہم گنہگار ٹھہریں گے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے کرایا ہے ہم اس کی ہتک کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں دنیا سے امن بالکل اٹھ جائے گا۔

پس حقیقت یہی ہے کہ یہ قتل ہمارے نزدیک اور خدا کے نزدیک بھی جرم ہے۔ اور ہر وہ شخص جو جرم کی اہمیت میں کمی کرنا چاہتا ہے میرے نزدیک وہ اخلاق پر تبرر کھتا ہے۔ مذہب کی پہلی غرض اخلاق کی اصلاح ہے۔ اگر کوئی مذہب بد اخلاقی کی تعلیم دیتا ہے تو وہ اپنی تعلیم پہ کلہاڑا مارتا ہے۔ ہم اگر کہیں کہ یہ قتل آریوں کی اسلام کے خلاف اشتعال انگیز تقریروں اور تحریروں کا نتیجہ

ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا اور مجرم سے ہمدردی کا اظہار کریں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اخلاقی بدیاں پھیلیں گی۔ اور ایسے فعل پر اور بھی لوگوں کو جرأت ہوگی حالانکہ اس موقع پر سب سے زیادہ اس بات پر زور دینا چاہئے کہ قاتل نے بہت برا فعل کیا ہے اور اسلام کی تعلیم کے خلاف کیا ہے۔

اگر قاتل کو (جو کوئی بھی ہو) معمولی ہمدردی کا بھی علم ہوا تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہمارے اخلاق خراب ہوں گے۔ ہماری قوم میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے نزدیک انسان کی جان کی کوئی قدر و قیمت نہ رہے گی۔ پس اپنی قوم سے ہمدردی اور احسان کرنے کے لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس فعل کو برا قرار دیں تاکہ آئندہ اور کسی کو ہم میں سے ایسے فعل پر جرأت نہ ہو۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس فعل کے بعد آریوں کا جو رویہ ہے اس میں وہ غلطی کر رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تمام عالم اسلام نے اس فعل پر نفرت کا اظہار کیا ہے اور ہر ایک مسلمان لیڈر نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے پھر بھی آریہ لوگ اسلام پر حملے کر رہے ہیں اور ملک کے امن کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہم بار بار کہتے ہیں کہ اسلام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے بھی پرانے خیالات دور ہو جائیں۔ اور ادھر آریہ شور ڈال رہے ہیں کہ نہیں اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ کہ کافر کو ضرور قتل کیا جائے۔ تو گویا آریہ خود قتل پر مسلمانوں کو اکساتے ہیں۔ اور ان کو بتاتے ہیں کہ تمہارے مذہب کی یہی تعلیم ہے۔ جب عوام کو یہ معلوم ہوگا کہ ہمارے مذہب کی یہی تعلیم ہے۔ تو وہ اس پر ضرور عمل کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ امن برباد ہوگا۔ اس لئے اب اگر آئندہ اور اس قسم کے واقعات ہوئے تو اس کے ذمہ دار مسلمان نہیں ہوں گے اور نہ اسلام ذمہ دار ہوگا۔ بلکہ وہ آریہ اور عیسائی ہی ذمہ دار ہوں گے جو اسلام کی طرف ایسی تعلیم کو منسوب کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنی منسوب کردہ تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تحریک کرتے ہیں۔

اسلام تو یہ کہتا ہے کہ اگر تمہارے سامنے مجرم آبھی جائے تب بھی تم خود اسے سزا نہیں دے سکتے وہ کسی شخص کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ قانون کو ہاتھ میں لینے والے کو ویسا ہی مجرم قرار دیتا ہے جیسا اور مجرم ہوتا ہے۔ پھر بھی اگر آریہ یہی کہتے چلے جائیں گے کہ اسلام ایسے افعال کی تعلیم دیتا ہے تو کیا اس کا یہ نتیجہ نہ ہوگا کہ جاہل مسلمان کہیں گے کہ واقعی اسلام کی یہی تعلیم ہے جو آریہ بتا رہے ہیں کہ کافروں کو مارو۔ یہ علماء تو ڈر کے مارے اس کے خلاف کہتے ہیں۔ باوجود کھلے مضامین کے کہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں۔ یہی زور دینا کہ اسلام کی تعلیم

کافر کو مارنا ہی ہے۔ خود اپنے امن کو اپنے ہاتھوں برباد کرنا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری آریوں پر ہی لوٹے گی جو مسلمانوں کے دلوں میں یہ ڈال رہے ہیں کہ تمہارے مذہب کے مطابق یہی ضروری ہے کہ تم ہمیں ضرور قتل کرو۔

اس فعل کے وقوع پر جہاں دوسرے مسلمانوں نے اظہار نفرت کیا ہے خواہ بعض نے بددیانتی سے اظہار نفرت کیا کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آنے والا مسیح کفار کو تلوار سے مارے گا۔ ان کا یہ عقیدہ بتاتا ہے کہ کافروں کا قتل ضروری ہے لیکن بہرحال تمام مسلمان لیڈروں نے اظہار نفرت پر آواز اٹھائی ہے۔ مگر باوجود اس کے آریہ اسلام پر خطرناک حملے کر رہے ہیں۔ میں انہیں بتاتا ہوں جب کہ وہ ہماری امن پسند تعلیم سے واقف ہیں۔ جیسا کہ وہ خود بھی اقرار کر چکے ہیں۔ کہ ہمارا یہ اعلان نفرت کسی ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی ہمدردی کی وجہ سے ہے۔ پس اب باوجود ان کے واقف ہو جانے کے پھر اگر کوئی مذہبی مقابلہ انہوں نے شروع کیا جیسا کہ پہلے علاقہ ارتداد میں ہوا تھا۔ تو اس کا شکوہ ہم پر نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کی ذمہ داری ان پر ہو گی۔ وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ اگر اب انہوں نے اسلام پر اعتراضات شروع کئے اور اس کے مقابل کھڑے ہوئے تو سب سے پہلی قوم جو ان کے مقابل ہو گی وہ ہماری جماعت ہو گی۔ اگر وہ اسلام کے خلاف ایک انگلی اٹھائیں گے تو ہم ان کے مقابل کئی انگلیاں اٹھائیں گے۔ اگر وہ اسلام پر ایک حملہ کریں گے تو ہم ان کے مقابل دو حملے کریں گے۔

میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کمینہ فعل کونسا ہو سکتا ہے کہ ان کے ایک آدمی کے مارے جانے پر ہم تو ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور وہ ہمارے مذہب کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ساتھ اسلام کی عظمت اور رنگ میں ظاہر کی ہے اور وہ اس طرح ظاہر ہوئی ہے کہ ہندو قوم کے افراد نے کتار پور میں سینکڑوں مسلمان مردوں کو ہی نہیں عورتوں اور بچوں کو آگ میں جلا جلا کر مارا۔ یہ کس قدر ظالمانہ فعل تھا جس کے مرتکب ہندو قوم کے افراد تھے۔ لیکن ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ جاؤ ایک ہندو نے بھی اس فعل پر اظہار نفرت نہ کیا اور ہمدردی کی آواز نہ اٹھائی۔ اس کے خلاف ان کے ایک آدمی کے مارے جانے پر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک تمام مسلمان اظہار نفرت اور ہمدردی کی آواز اٹھاتے ہیں۔ اس لئے گویہ فعل ایک جاہل مسلمان کے ہاتھ سے ہی ہوا۔ مگر اس میں بھی ہماری فتح ہے۔ اور اس ظلم میں بھی ہم ہی مظلوم ہیں۔ دیکھو کتار پور میں مسلمانوں کی عورتوں اور

بچوں کو جو سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ زندہ آگ میں جلا جلا کر مار اگیا اور کسی ہندو کو اس بھیانک ظلم کے خلاف ہمدردی اور نفرت کا احساس نہیں ہوا۔ مگر جب مسلمانوں سے غلطی ہوتی ہے تو وہ تمام یک زبان ہو کر اپنی غلطی پر نفرت اور ہندو قوم سے ہمدردی کی آواز اٹھاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام میں امن پسندی کی تعلیم ہے باوجود اس کے کہ اس وقت مسلمان اسلام سے بہت دور جا پڑے ہوئے ہیں۔ پھر بھی اسلام کی امن پسند تعلیم کا اسقدر گہرا اثر ان کے دلوں میں ہے کہ وہ اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اگر بہار اور کرتار پور کے ظالمانہ واقعات میں ہندو اپنے جرم کا اقرار کرتے تو یہی مظالم دو قوموں میں صلح کا موجب ہوتے۔ لیکن ان کا اپنے جرم کا اقرار نہ کرنا بلکہ مذہب پر حملے کرنا اور اس موقع پر مسلمانوں کی ہمدردی کا قبول نہ کرنا بتاتا ہے کہ ہندو صلح کے لئے تیار نہیں۔ اس کے خلاف مسلمانوں کا اپنے جرم کا اقرار کرنا بتاتا ہے کہ مسلمان صلح کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

میں پھر ایک دفعہ اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اخلاق کو مقدم رکھنا چاہئے اور اس جرم کو کم کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اس کو جتنا بھی بھیانک کر کے دکھلایا جائے اتنا ہی ہمارے اندر اخلاق کا خیال پیدا کرے گا۔

(الفضل یکم فروری ۱۹۲۷ء)

[۱] تذکرہ ص ۲۳۴۔ شردھانند جو آریوں کے بلند پایہ لیڈر لیکھرام کے قائم مقام تھے۔ ان کا اصل نام منشی رام تھا۔ یہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں عبدالرشید دہلوی کاتب کے ہاتھ سے مارے گئے (مرتب)

[۲] بخاری کتاب الجہاد باب اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔